واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

ایصالِ ثواب
اور
گیارھویں شریف

صدرالشریعہ علامہ مولانا
محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام:
شیخ محمد سرور اویسی

تخریج و پروف ریڈنگ: محمد نعیم اللہ خاں قادری
(بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے، اُردو، پنجابی، تاریخ)

پیش لفظ

اہلسنت کے نزدیک ایصالِ ثواب قرآن و احادیث مبارکہ و اقوال فقہاء اور معمولات سلف الصالحین کی روشنی میں جائز ہے۔ کتب فتاویٰ میں اس کا ثبوت مفصل طور پر مذکور ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی وغیرہ میں ہے کہ مسلمان کا اپنی نماز، تلاوت قرآن کریم اور دیگر نفل عبادات کا ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ جن کو ایصالِ ثواب کیا جائے خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ دونوں کیلئے کرسکتے ہیں۔ گیارھویں شریف بھی نیاز و فاتحہ اور ایصالِ ثواب ہی کا نام ہے۔ چونکہ اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ کے موقع پر یہ نیاز کی جاتی ہے اس لئے اس کو گیارھویں کہتے ہیں۔ یہ نیاز پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ مسلمان پابندی سے عرصہ دراز سے اس پر عمل کررہے ہیں۔ اس دور میں جہاں اور بہت سے فتنے اور فرقے پیدا ہوچکے ہیں ان میں ایک گمراہ فرقہ ایسا بھی ہے جو مسلمانوں کے معاملات، معمولات و معتقدات کی مخالفت میں مشغول ہے۔ ان میں سے وہ گروہ بھی ہے جو گیارھویں کا انکار کرتے ہیں اور ان کے پاس اس کے انکار کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ محض اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم ہے۔ لہٰذا گیارھویں شریف سے متعلق ان کی جو گمراہ کن باتیں ہیں ان سب کا رد اس رسالے میں مدلّل طور پر بیان کیا گیا ہے اور گیارھویں شریف کی نیاز کا ثبوت مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مصنف و مرتب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی عبدالعزیز حنفی قادری غفرلہٗ

مفتی دارالعلوم امجدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ: از پنجاب مرسلہ جناب میاں دین محمد صاحب خوش آبی۔ ۲۵ ذوالحجہ ۴۸ھ

گیارھویں تاریخ کو حسبِ مقدور کھانا شیرینی دودھ وغیرہ پر فاتحہ دے کر اس کا ثواب حضرت سیّدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی رُوح پُرفتوح کو بخشنا جس کو گیارھویں کہا جاتا ہے اس کا کرنا کیسا ہے؟ کیا اس تعیّن میں کوئی قباحت ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں اس مسئلہ کو مدلّل و مفصل بیان فرمائیں۔ اعطاکم اللہ اجراً عظیما۔

الجواب: ایصالِ ثواب شرعاً مندوب (یعنی مستحب اور پسندیدہ ہے ۱۲ النعمانی) و محبوب ہے، احادیث وفقہ سے اس کا جواز ثابت ہے اور گیارھویں کی فاتحہ بھی اسی ایصالِ ثواب کی ایک فرد ہے لہٰذا یہ بھی جائز ہے کہ مطلق کے جواز ثابت ہونے کے بعد افراد کا جواز خود ہی ثابت ہے جب (یعنی جب احادیث و فقہ کی روشنی میں مردوں کو ایصالِ ثواب عام طور سے ثابت ہوگیا ہے تو فرداً فرداً اس کی جو بھی جائز و مباح شکلیں ہوں گی وہ بھی ثابت ہوں گی۔ مثلاً فاتحہ گیارھویں بھی ایصالِ ثواب ہی کی ایک شکل و فرد ہے تو یہ بھی یقیناً ثابت ۱۲ النعمانی) تک افراد میں شرعاً قباحت ثابت نہ ہو ناجائز نہیں کہہ سکتے اور یہاں گیارھویں کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں، نہ قرآن میں اس کی ممانعت، نہ حدیث میں، نہ اس کے متعلق کوئی اجماع، نہ قیاس مجتہد، اور جب ناجائز ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں تو ناجائز کہنا غلط و باطل اور

ایصالِ ثواب کے ثبوت سے اس کا جواز ثابت ۔ ایصالِ ثواب کے متعلق چند احادیث یہ ہیں:

حدیث ۱: ابوداؤد جلد ۱، ص ۲۳۶ ونسائی جلد ۲، ص ۱۱۵ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے راوی انہوں نے عرض کی:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَّاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَآءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّ قَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ (مشکوٰۃ باب فَضْلِ الصَّدَقَۃِ دوسری فصل ص ۱۶۹)

ترجمہ: یارسول اللہ سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا تو کون سا صدقہ (اس کیلئے کرنا) بہتر ہے۔

ارشاد فرمایا ''پانی کا صدقہ کرنا'' (کہ وہاں اس کی کمی تھی) انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہہ دیا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے (یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے)

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں:

اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیَ افْتُلِتَتْ نَفْسُھَا وَ اَظُنُّھَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَھَلْ لَّھَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْھَا قَالَ نَعَمْ ۔ (مشکوٰۃ باب مَا تُنْفِقُ الْمَرْاَۃُ مِنْ مَّالِ زَوْجِھَا پہلی فصل ص ۱۷۱، مسلم جلد ثانی، باب وصول الصدقۃ الی المیت جلد ۱، ص ۳۲۴، بخاری جلد ۱، ص ۱۸۶)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی میری ماں دفعتہً مرگئی اور میرا گمان ہے کہ وہ اگر کچھ بولتی تو صدقہ کرتی ۔ تو کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب پہنچے گا ۔ ارشاد فرمایا ''ہاں''

اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''لمعات'' میں فرماتے ہیں:

فِی الْحَدِیْثِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ ثَوَابَ الصَّدَقَۃِ یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ وَ کَذَا حُکْمُ الدُّعَآءِ ھٰذَا ھُوَ مَذْھَبُ اَھْلِ الْحَقِّ وَاخْتَلَفُوْا فِی الْعِبَادَاتِ الْبَدَنِیَّۃِ کَالصَّلٰوۃِ وَ تِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ وَ الْمُخْتَارُ نَعَمْ قِیَاسًا عَلَی الدُّعَآءِ ۔

اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور دعا کا بھی یہی حکم ہے اور اہل حق کا یہی مذہب ہے اور عبادات بدنیہ مثلاً نماز و تلاوت قرآن میں اختلاف ہے اور مذہب مختار یہ ہے کہ دعا پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

حدیث ۳: ابوداؤد جلد ۲، ص ۴۳، بروایت حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (یعنی وہ اپنے اور ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں) راوی

عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں اور اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے ۔ اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے باقی پچاس کو آزاد کرنا چاہا تو کہا پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کرلوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے پچاس آزاد کردیئے اور پچاس باقی ہیں' کیا میں آزاد کردوں۔ ارشاد فرمایا "اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے اسے پہنچتا"۔ (سنن ابوداؤد کتاب الوصایا جلد۲، ص۴۳، مشکوٰۃ ۲۶۶)

لمعات میں حضرت شیخ (مولانا عبدالحق محدّث دہلوی متوفٰی سن ۱۰۸۲ھ) نے فرمایا:

قَوْلُهٗ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا دَلَّ عَلٰى اَنَّ الصَّدَقَةَ لَاتَنْفَعُ الْكَافِرَ وَلَا تُنْجِيْهِ وَ عَلَى الْمُسْلِمِ يَنْفَعُهُ الْعِبَادَةِ الْمَالِيَّةِ وَالْبَدْنِيَّةِ۔

"یعنی اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو نہ صدقہ نفع دے اور نہ اسے نجات دے اور مسلمان کو عبادت مالی اور بدنی دونوں سے نفع پہنچتا ہے"۔

حدیث۴: مَنْ قَرَاءَ الْاِخْلَاصَ اَحَدَ عَشَرَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرَةِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ۔

(درمختار بحث قرأت، للمیت باب الدفن، مرقات جلد۴، ص۸۱، شرح الصدور ص ۱۳۰، التذکرۃ للامام قرطبی جلد۱، ص۹۷)

جس نے گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشا تو مردوں کی تعداد کے برابر میں پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔

اس حدیث کو درمختار باب الجنائز اور فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں نقل کیا۔

حدیث ۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو کیا انہیں یہ پہنچتا ہے؟ ارشاد فرمایا "بے شک وہ ان کو پہنچتا ہے اور بے شک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسا تم میں سے کسی کے پاس طبق ہدیہ کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے"۔

(عینی شرح بخاری جلد۴، ص۲۴۶، عینی شرح ہدایہ جلد۱، ص۱۶۱۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مُردوں کی طرف سے صدقہ کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔۱۲ان)

اس حدیث کو بھی امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے۔

حدیث ۶: حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے سینگ والے خوبصورت کی قربانی کی اور اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ

(مشکوٰۃ بَابُ فِي الْاُضْحِيَّةِ دوسری فصل ص۱۲۸)

الٰہی یہ میری طرف سے ہے اور میری اُمت میں اس کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی۔ (رواہ احمد وابوداؤد وترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ)

حدیث ۷: حضرت حنش کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے

کی قربانی کرتے دیکھا' میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْهُ (مشکوٰۃ بَابٌ فِی الْاُضْحِیَۃِ دوسری فصل ص ۱۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کروں' اس لئے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (رواہ ابوداؤد، جلد۲، ص۲۹)

ان احادیث سے بخوبی ثابت ہے کہ زندوں کے اعمال صَدَقہ وغیرہ سے اموات کو نفع پہنچتا ہے اور اپنے اعمال کا ثواب پہنچائے تو پہنچتا ہے۔ اب کتب فقہ کی بعض روایات سُنئے بلکہ ان سے پہلے کُتبِ عقائد میں سے ''شرح عقائد نسفی'' کی یہ عبارت دیکھئے:

وَفِیْ دُعَاءِ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَ صَدَقَتِهِمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ لَّهُمْ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ (شرح عقائد ص۱۵۰)

زندے مُردوں کیلئے دُعا کریں اور صدقہ کریں تو مُردوں کو نفع پہنچتا ہے۔ معتزلہ اس کے مخالف ہے۔ (اہلسنّت و جماعت کے خلاف ایک فرقہ ہے جس کا عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور بھی بہت سے عقائد فاسدہ رکھتا ہے۔ اسی فرقے نے ایصالِ ثواب کا بھی انکار کیا ہے۔ آج یہ فرقہ موجود نہیں مگر اس کے بعض عقائد خارجیوں اور وہابیوں میں پائے جاتے ہیں۔ نعمانی)

شرح عقائد کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کے منکر معتزلہ ہیں۔ اہلسنّت و جماعت کے نزدیک بالاتفاق بلا نکیر مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ قائلین بدعت دیکھیں کہ ثواب پہنچنا' پہنچانا اہلسنّت کا مذہب ہے اور اس کا انکار بدعقیوں یعنی معتزلہ کا مذہب ہے۔ ہدایہ میں ہے:

اَلْاَصْلُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ صَلٰوةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ غَیْرَهَا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لِمَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ اُمَّتِهٖ مِمَّنْ اَقَرَّبُوْا حَدَانِیَّةَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَشَهِدَ لَهٗ بِالْبَلَاغِ۔ (الهدایہ ص ۲۷۶)

اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو دے سکتا ہے۔ روزہ یا نماز یا صدقہ یا کچھ اور۔ اہلسنّت کے نزدیک آپ کی دلیل یہ حدیث ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے دو خوبصورت مینڈھوں کی قربانی کی' ان میں سے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی اُمت کی طرف سے' جنہوں نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اس بات کی شہادت دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنچا دیا۔ (مترجم)

فتح القدیر میں ہے:

خَالَفَ فِیْ جَمِیْعِ ذٰلِكَ الْمُعْتَزِلَةُ مُطْلَقًا

ایصالِ ثواب کے منکر معتزلہ ہیں۔

بحرالرائق میں ہے:

مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰی اَوْ تَصَدَّقَ وَ جَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْيَاءِ جَازَ وَيَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَيْهِمْ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

یعنی اہلسنّت و جماعت کا مذہب ہے کہ جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اس کا ثواب دوسرے کو، مُردوں اور زندوں کو پہنچائے تو یہ جائز ہے اور ان کا ثواب پہنچے گا۔ (شامی جلد۱، ص۶۶۶)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اَلْاَصْلُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلَاةً كَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ غَيْرَهَا كَالْحَجِّ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَالْاَذْكَارِ وَ زِيَارَةِ قُبُوْرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالشُّهَدَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ تَكْفِيْنِ الْمَوْتٰى وَ جَمِيْعِ اَنْوَاعِ الْبِرِّ۔

اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے، نماز ہو یا روزہ، صدقہ ہو یا اس کے علاوہ جیسے حج اور قرأتِ قرآن و اذکار اور زیارتِ قبورِ انبیاء و شہداء و اولیاء و صالحین و تکفین اموات اور ہر قسم کے نیکی کے کام

ایصالِ ثواب کا جواز تو دوسری چیز ہے ایصالِ ثواب کرنے میں بنسبت ایصالِ ثواب نہ کرنے کے ثواب زیادہ ہے۔ ایصالِ ثواب نہ کرے تو صرف عمل کا ثواب ملے گا اور ایصالِ ثواب کرنے کی صورت میں تمام مُردوں کے برابر اس کو ثواب ملے، جیسا کہ حدیث نمبر۴ سے مستفاد ہے۔

محیط پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

اَلْاَفْضَلُ لِمَنْ يَّتَصَدَّقُ نَفْلًا اَنْ يَّنْوِيَ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لِاَنَّهَا تَصِلُ اِلَيْهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ۔

(شامی جلد۱، ص۶۶۶)

جو شخص صدقہ نفل کرنا چاہتا ہے اس کیلئے افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیّت کرے کہ ان سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

تو جب اپنا کچھ نقصان نہیں اور دوسروں کا فائدہ ہے تو ظاہر ہے کہ ایسا فائدہ پہنچانا ہر حال میں بہتر ہوگا، اگر ایسے فائدہ پہنچانے سے بھی گریز کرے تو یہ نہایت درجہ کے بخل کی دلیل ہے اور جگہ دینے میں تو اپنے پاس سے کوئی چیز کم ہوتی ہے اور یہاں یہ بھی نہیں۔

بحرالرائق میں ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلَاةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ قِرَاءَةَ قُرْاٰنٍ اَوْ ذِكْرًا اَوْ طَوَافًا اَوْ حَجًّا اَوْ عُمْرَةً اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ عِنْدَ اَصْحَابِنَا لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے آئمہ کے نزدیک اپنے ہر قسم کے اعمال کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے:

اس کے بعد صاحب بحر (یعنی بحرالرائق جو فقہ کی مشہور و معتمد کتاب ہے اس کے مصنف ۱۲) اس کے ثبوت میں چند آیات و احادیث ذکر کرتے ہیں پھر

بدائع سے نقل کرتے ہیں (یعنی بدائع الصنائع مصنفہ ملک العلماء ابوبکر کاسانی (۵۸۷ھ) کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں (نعمانی)

مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰی اَوْ تَصَدَّقَ وَ جَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَیْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْیَاءِ جَازَ وَ یَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَیْهِمْ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

(جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب اپنے علاوہ مُردوں اور زندوں کو بخش دیا تو اس کا ثواب ان تک پہنچے گا' اہلسنّت وجماعت کے نزدیک (مترجم) (ترجمہ از محمد عبدالمبین نعمانی غفرلہ)

اسی طرح تبیین الحقائق (مصنفہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی متوفی سن ۷۴۳ھ) میں فرمایا اور مطلق ایصالِ ثواب سے انکار کو معتزلہ کا مذہب بتایا اور ان کی دلیل ذکر کر کے اس کے متعدد جواب ذکر کئے اور اہلسنّت کے مذہب کو آیات و احادیث سے ثابت کیا' بعض احادیث وہی ہیں جو ہم نے پہلے ذکر کیں اور بعض دوسری حدیثیں بھی ذکر کی ہیں۔ مثلاً:

اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ لِیْ اَبَوَانِ اَبَرُّهُمَا حَالَ حَیَاتِهِمَا فَكَیْفَ لِیْ بِبِرِّهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا فَقَالَ لَهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّیَ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِكَ وَاَنْ تَصُوْمَ عَنْهُمَا مَعَ صِیَامِكَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِی۔

(شرح الصدور ص ۱۲۹، عینی شرح ہدایہ جلد ۱، ص ۱۶۱۱، مسلم جلد اوّل، باب بیان الاسناد من الدین)

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ میرے والدین تھے کہ ان کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرتا تھا' اب ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کس طرح بھلائی کروں۔ ارشاد فرمایا ''نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کیلئے نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کیلئے بھی روزہ رکھ''۔

اقول: یہاں ان کیلئے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے یہی معنی ہیں کہ نماز روزہ کا ایصالِ ثواب کیا جائے' نہ یہ کہ ان کی طرف سے نماز پڑھنا۔ اگرچہ عمل غیر سے اس صورت میں بھی نفع پہنچنا ثابت ہوگا مگر مراد معنیٔ اوّل ہیں اس لئے کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

لَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ۔

ایک شخص دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے' نہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

اسی واسطے حدیث میں لھما (لھما یعنی ان دونوں کیلئے' عَنْهُمَا یعنی ان دونوں کی طرف سے' نعمانی) فرمایا عنھما نہیں فرمایا۔

ایک دوسری حدیث میں ذکر کیا:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَاَ سُوْرَةَ یٰسٓ خُفِّفَ عَنْهُمْ یَوْمَئِذٍ۔

(شرح الصدور ص ۴۰۴)

جو قبرستان میں جا کر سورہ یٰسین پڑھے تو اس دن مُردوں سے (عذاب میں) تخفیف ہو جاتی ہے۔

اسی طرح امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو فتح القدیر میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا اور مذہب اہلسنّت کو آیات واحادیث سے ثابت کیا۔
بالجملہ یہ مسئلہ بحمدہ تعالیٰ اس قدر واضح اور صاف ہو گیا کہ مخالفین میں جو عمل بالحدیث کے مُدعی ہیں (یعنی غیر مقلدین) اگر اپنے دعویٰ میں کچھ بھی سچے ہوں تو ایصالِ ثواب سے انکار نہ کریں گے۔ یہ تو میں کیسے کہوں کہ حدیث پر عمل کریں اور ایصالِ ثواب کریں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے مگر کم از کم انکار سے تو باز آئیں' یوں ہی وہ لوگ (یعنی دیوبندی مذہب کے ماننے والے' نعمانی) جو اپنے کو حنفی کہتے ہیں اور ایصالِ ثواب سے انکار کرتے ہیں' وہ بھی اس سے باز آئیں کہ علاوہ حدیث کے کُتبِ معتبرہ' مستندہ حنفیہ کی متعدّد عبارتیں پیش کر دی ہیں کہ انکار کی گنجائش باقی نہیں اور غالباً انہیں مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے یہ لوگ اپنی طرف سے کچھ باتیں اضافہ کر کے اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں ورنہ ان کے متقدمین تو سرے سے ایصالِ ثواب سے ہی انکار کرتے تھے اور دلیل وہی پیش کرتے تھے جو معتزلہ پیش کرتے تھے مگر جب اہلسنّت کے دلائل باہرہ کا جواب نہ ہو سکا تو عدم جواز کا دوسرا پہلو نکالا' کبھی کہتے ہیں کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے اور کبھی یہ کہ ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھ کر دعا کرنا' کبھی یہ کہ کھانا سامنے رکھنا' کبھی یہ کہ دن کی تخصیص کرنا' غرض ایسی ہی باتیں پیش کر کے ایصالِ ثواب کو روکنا چاہتے ہیں۔

اقول: قرآن مجید کی قرأت وجہ ممانعت ہو جائے' یہ عجیب بات ہے جب صدقہ اور قرأت قرآن دونوں چیزوں کا ثواب پہنچ سکتا ہے جیسا کہ کُتبِ معتبرہ فقہ سے ثابت ہے' عبارات پہلے گزر چکیں تو اگر یہ دونوں کام ایک وقت میں کئے جائیں تو ناجوازی کی کیا وجہ ہے' کیا اس وقت قرآن پڑھنا ناجائز ہے؟ یا تصدق ناجائز ہے اور جب دونوں جائز تو ایک ساتھ بھی جائز' یونہی ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا بھی سبب ممانعت نہیں ہو سکتا کہ یہ امر فی نفسہ ثابت ہے۔ حدیث میں دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھانا آیا ہے اور علماء نے اسے آدابِ دُعا سے قرار دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْہُ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ وَلَا تَسْئَلُوْہُ بِظُھُوْرِھَا
(مشکوٰۃ کِتَابُ الدَّعْوَاتِ دوسری فصل)

جب خدا سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے پیٹ اوپر کر کے سوال کرو' پشت دست کو اُوپر کر کے سوال نہ کرو۔

رواہ ابوداؤد عن حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ (اس حدیث کو ابوداؤد نے حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

اور دوسری روایت ابوداؤد کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے:

سَلُوا اللّٰہَ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ وَلَا تَسْئَلُوْہُ بِظُھُوْرِھَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِھَا وُجُوْھَکُمْ۔ (مشکوٰۃ کِتَابُ الدَّعْوَاتِ دوسری فصل)

اللہ سے سوال کرو ہتھیلیوں کے پیٹ سے اور نہ سوال کرو ان کی پشت سے 'پھر جب فارغ ہو تو ان سے اپنے چہرے کو مل لو (مترجم)

ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ ۔(مشکوٰۃ کِتَابُ الدَّعْوَاتِ دوسری فصل)

دُعا میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھاتے تو جب تک منہ پر پھیر نہ لیتے، نیچے نہ کرتے۔

ترمذی وابوداؤد و بیہقی کی روایت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَّسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا ۔(مشکوٰۃ کتاب الدعوات دوسری فصل)

بے شک تمہارا رب حیاء وکرم والا ہے، جب کوئی بندہ اس کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے تو خالی واپس کرنے سے حیاء فرماتا ہے۔

بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ (مشکوٰۃ کِتَابُ الدَّعْوَاتِ تیسری فصل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اتنا ہاتھ اُٹھاتے (یعنی احیانا)، (کبھی کبھی) کہ بغل مبارک کی سپیدی دکھائی دیتی۔

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے راوی:

كَانَ يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ حِذَآءَ مَنْكِبَيْهِ وَيَدْعُوْ ۔

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات تیسری فصل)

دعا کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو انگلیوں کو شانوں کے مقابل کر لیتے۔

اور حضرت سائب بن یزید سے راوی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ (مشکوٰۃ کِتَابُ الدَّعْوَاتِ تیسری فصل)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تو دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔

ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:

اَلْمَسْئَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ اَوْ نَحْوَهُمَا ۔

(مشکوٰۃ کِتَابُ الدَّعْوَاتِ تیسری فصل)

سوال کہتے اس کو ہیں کہ ہاتھوں کو مونڈھے کے مقابل یا ان کے قریب اُٹھائے۔ پس جبکہ دعا میں ہاتھ اُٹھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور اس طرح دُعا کرنے میں اُمیدِ اجابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح دُعا کرنے والے کو خالی ہاتھ پھیرنے سے حیاء فرماتا ہے تو ایصالِ ثواب کے وقت جو دُعا کی جائے گی اسے بھی ہاتھ اُٹھا کر کریں اور یہ کہیں کہ الٰہی اس کا ثواب فلاں وفلاں اور جمیع مومنین و مومنات کو پہنچا دے مگر جو ایصالِ ثواب نہیں کرنا چاہتے وہ شاید اس وجہ سے ہاتھ اُٹھانے کو منع کرتے ہوں گے کہ کہیں دُعا قبول نہ ہو جائے اور ثواب پہنچ جائے کہ

انہیں یہ کب منظور ہے۔ ایسا ہوتا تو اپچ پیچ سے اسے ناجائز کیوں کہتے؟ یونہی کھانا سامنے رکھنا، ممانعت کی وجہ نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ کوئی ناجائز امر ہوتا تو کھانے کے وقت سامنے کیوں رکھا جاتا مگر یہ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ داہنے، بائیں یا پیچھے رکھ کر ایصالِ ثواب کرتا ہو اور جو مطلقاً ایصالِ ثواب کرتا ہی نہ ہو تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ ایصالِ ثواب سے روکنے کا یہ ایک حیلہ ہے اور بلا دلیل شرعی ایسی مہمل باتیں قابل سماعت نہیں، شاید یہ کہا جائے کہ کھانا آگے رکھنا اور اس پر کچھ پڑھنا یہ مجموعہ ناجائز ہے اور ایصالِ ثواب جائز ہے۔ یہ قول ہی صحیح نہیں کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ بخاری و مسلم و دیگر محدثین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل روایت کرتے ہیں جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا کے پاس مع ایک گروہ صحابہ کے جب پہنچے تو فرمایا:

اُمِّ سُلَیم جو تمہارے پاس ہو لاؤ، انہوں نے وہی روٹی (جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے وہ روٹی توڑی گئی۔ اُم سلیم نے کُپّا اس پر نچوڑ دیا جس میں کچھ روغن تھا۔ گویا سالن ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خدا نے چاہا اس پر پڑھا۔ پھر فرمایا کہ دس شخص کو کھانے کی اجازت دو، ان کو اجازت دی وہ کھا کر آسودہ ہو گئے۔ پھر فرمایا اور دس شخصوں کو اجازت دو، پھر دس کو اجازت دی۔ غرض سب لوگ کھا کر آسودہ ہو گئے اور کل آدمی ستر یا اسّی تھے۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، مشکوٰۃ بَابٌ فِی الْمُعْجِزَاتِ پہلی فصل، بخاری شریف جلد ۱، ص ۵۰۵، مسلم شریف جلد ۲، ص ۱۷۹)

دوسری حدیث: انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیحین (یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم اور ان دونوں کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں ۱۲ ان) وغیرہما میں مروی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھجور اور گھی اور پنیر کا ملیدہ بنا کر ایک طشت میں رکھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ میری ماں نے یہ بھیجا ہے اور سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ تھوڑی سی چیز میری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہے، انہوں نے جا کر عرض کر دیا۔

ارشاد فرمایا "اسے رکھ دو" پھر فرمایا

انس جاؤ فلاں اور فلاں اور فلاں چند شخصوں کے نام لے کر فرمایا انہیں بلاؤ اور جو تمہیں ملے اسے بلا لاؤ، جن کو نامزد فرمایا تھا انہیں اور جو ملا اسے سب کو میں نے دعوت دے دی۔ جب وہ واپس ہوا تو دیکھتا ہوں گھر آدمیوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کتنے آدمی ہوں گے؟ کہا کہ قریب تین سو کے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس ملیدہ پر ہاتھ رکھا اور جو خدا نے چاہا پڑھا، پھر دس دس شخصوں کو کھانے کیلئے بلایا اور فرمایا "اللہ کا نام لو اور اپنے قریب سے کھاؤ، سب کھا کر آسودہ ہو گئے۔ پھر ایک گروہ نکلا اور دوسرا داخل ہوا، یہاں تک

کہ سب نے کھالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا اُٹھاؤ‘ میں نے اُٹھایا‘ میں نہیں جانتا کہ جب میں نے رکھا تھا‘ اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اُٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، مشکوٰۃ بَابٌ فِی الْمُعْجِزَاتِ پہلی فصل)

تیسری حدیث: صحیح مسلم کتاب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

غزوۂ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک لگی‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کے پاس جو کچھ بچا ہوا توشہ ہو اسے منگایئے پھر اس پر اللہ سے برکت کی دعا کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں۔ ایک چمڑے کا دسترخوان طلب فرما کر بچھا دیا اور بقیہ توشہ طلب فرمایا تو کوئی ایک مٹھی چنا لاتا ہے اور کوئی ایک مٹھی کھجور لاتا ہے اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لاتا ہے‘ غرض دسترخوان پر تھوڑی سی چیز جمع ہوگئی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی‘ پھر فرمایا اپنے برتنوں میں تم لوگ لے لو‘ لوگوں نے اپنے برتنوں میں لے لیا‘ یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن باقی نہ رہا جسے بھر نہ لیا ہو‘ لوگوں نے آسودہ ہو کر کھایا اور کچھ بچ بھی رہا‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں‘ ان دونوں باتوں پر یقین کرتا ہوا جو بندہ خدا سے ملے گا وہ جنت سے روکا نہیں جائے گا۔ (مشکوٰۃ بَابٌ فِی الْمُعْجِزَاتِ پہلی فصل ص ۵۳۸)

تخصیص کو وجہ ممانعت قرار دینے کے معنی اگر یہ ہیں کہ نفس (اس جگہ یعنی صرف ایصالِ ثواب ہو کسی خاص وقت سے خالی ہو‘۱۲) ایصال معراعن الخصوصیات تو جائز ہے اور خصوصیت نے ناجائز کردیا‘ یہ کلام بے معنی ہے اس لئے کہ شے من حیث ھو (یعنی کوئی شے اس حیثیت سے کہ وہ ہر طرح کی خصوصیت سے خالی ہو یہ محض ایک ذہنی مفروضہ ہے جب خارج میں اس کا وجود نمایاں ہوگا تو ضرور کسی خصوصیت سے مختص ہوگا۔۱۲)

معری عن الخصوصیات صرف ایک ذہنی مرتبہ ہے‘ وہ خارج میں پائی نہیں جا سکتی کہ جو چیز خارج میں موجود ہوگی وہ ضرور مختص (یعنی خاص) ہو کر موجود ہوگی‘ تو جب وہ مستحق ہی نہیں تو وہ نہ ناجائز ہے‘ نہ جائز کہ یہ دونوں فعل مکلف کے صفات ہیں اور افعال مکلفین معری عن الخصوصیات متحقق نہیں‘ لہٰذا خصوصیت کو ناجائز کہنے کے معنی یہی ہیں کہ ایصالِ ثواب کو ہی ناجائز کہا جاتا ہے اور اس کے منع کرنے کا یہ ایک حیلہ ہے اور جب ہم ایصالِ ثواب کو احادیث و کتب فقہ سے جائز ثابت کر چکے اور وہ ضرور کسی وقت خاص میں اور کسی مکان خاص میں کسی ہیئۃ خاصہ کے ساتھ ہوگا تو جب تک ان میں کوئی خصوصیت شرعاً ممنوع نہ قرار پائے‘ تمام خصوصیات کے ساتھ ایصالِ ثواب جائز ہی رہے گا اور ناجائز کہنے والے پر خصوصیت کی ممانعت ثابت کرنی ہوگی اور اگر خصوصیت کو ممنوع کہنے کے یہ معنی ہیں کہ گیارھویں وغیرہ کی فاتحہ دلانے والے اسے گیارھویں ہی تاریخ کو جائز کہتے ہیں اور دیگر اوقات میں ناجائز جانتے ہیں اور جب مطلق ایصالِ ثواب جائز ہے تو اسے ایک تاریخ میں جائز کہنا اور دوسری تاریخوں

میں ناجائز کہنا خلاف شرع ہے کہ اطلاقِ شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا ہے اور یہ ناجائز ہے' تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسی خصوصیت ضرور ممنوع ہے اور ہرگز مسلمانوں کے ایصالِ ثواب کے متعلق ایسے خیالات نہیں ہیں' عام طور پر جہاں تک تجربہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلانے والے اس قسم کی خصوصیت کے قائل نہیں۔ وہ لوگ دوسری تاریخوں میں بھی فاتحہ دلاتے (چنانچہ ماہ ربیع الآخر میں ۱۱ تاریخ کے علاوہ پورے ماہ میں غوث پاک کی فاتحہ ہوتی ہے) ہیں۔ خواہ مخواہ ایک مسلمان کے ساتھ بدظنی کب روا ہے' ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم تو گیارھویں کی فاتحہ اس کو کہتے ہیں جو گیارھویں ہی کے دن ہوتی ہے اور دوسرے دن جو فاتحہ ہوگی وہ گیارھویں کی نہیں مگر اسے ناجائز کہنے والے نے اتنا بھی نہ سمجھا۔

اوّلاً: یہ کہ فاتحہ کی خصوصیت بمعنی مذکور کہاں ہے' یہ تو نام کی خصوصیت ہے کہ جو فاتحہ گیارھویں تاریخ کو ہوتی ہے اسی کو گیارھویں کہتے ہیں' اور یہ بے شک صحیح ہے کیونکہ جو فاتحہ دوسری تاریخوں میں دلائی جائے وہ گیارھویں کی نیاز کیونکر کہی جا سکتی ہے' ہاں اگر دیگر ایام کو بھی گیارھویں تاریخ کہتے تو اس کی فاتحہ کو بھی گیارھویں کی فاتحہ کہتے۔

وَاِذَا لَیْسَ فَلَیْسَ

اور جب یہ نہیں تو وہ نہیں

ثانیاً: (یعنی نام رکھنے میں) اگر یہ اعتراض درست ہو تو اس فاتحہ کے جواز میں کلام نہ ہوا تسمیہ (یعنی نام رکھنے میں) میں کلام ہوا' جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ فاتحہ جائز ہے اور نام صحیح نہیں۔ تو اب بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہو گیا کہ خاص گیارھویں تاریخ میں فاتحہ دلانا ناجائز ہے جبکہ دوسرے دنوں میں بھی ایصالِ ثواب کو جائز جانتا ہو' یہ جواب بر بنائے تنزل (یعنی نیچے اتر کر کہ اگر مخالف کی یہ بات مان لی جائے کہ عدم جواز کی وجہ یہی ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے) اور نام کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

ثالثاً: (یعنی نیچے اتر کر کہ اگر مخالف کی یہ بات مان لی جائے کہ عدم جواز کی وجہ یہی ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے) بہت سے عوام' حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام پر جو فاتحہ دلائی جاتی ہے اس کو مطلقاً گیارھویں کی فاتحہ کہتے ہیں' گیارھویں کی فاتحہ کہنے سے ان کا مطلب صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ یہ فاتحہ پیران پیر کی ہے' یہ نہیں کہ خاص گیارھویں ہی تاریخ میں دلائی جائے گی' یہاں تک کہ دوسرے تاریخوں میں بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی فاتحہ دلاتے ہیں تو اس کو بھی گیارھویں کی فاتحہ اور گیارھویں کی نیاز بولتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کوئی بھی تخصیص (یعنی ایسا خاص کرنا جو منع ہے) ممنوع کے قائل نہیں اور یہ مانعین (روکنے والے) کا افتراء اور بہتان ہے کہ مسلمان اس میں تخصیص کے قائل ہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ اس قسم کی جتنی تخصیصات ہیں عرفی تخصیصات ہیں' کوئی اسے شرعی تخصیصات بمعنی مذکور نہیں جانتا' لوگوں نے اپنے مصالح اور آسانی کے لحاظ سے ایسی خصوصیات مقرر کر رکھی ہیں اور اس خصوصیت

کے غیر میں بھی جائز جانتے ہیں اور ایسی خصوصیت میں کوئی قباحت نہیں اور اس میں شک نہیں کہ بایں معنی وقت مقرر کرنے میں جو آسانی ہے وہ مبہم میں نہیں کہ وقت کی پابندی میں جس طرح کام انجام پاجاتا ہے، وہ مبہم میں نہیں ہوتا کہ مبہم میں یہ ہوتا ہے کہ آج کریں گے، کل کریں گے، یوں ہی زمانہ گزر جاتا ہے اور کام انجام نہیں پاتا اور معین کرنے میں ہو جایا کرتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور تمام منظم کام اس طرح بخوبی انجام پاتے ہیں، اس کو تخصیص شرعی قرار دینا خوش فہمی ہے اور اس تخصیص کے جواز میں اصلاً شک نہیں، عام طور پر ہندوستان کی مساجد میں اوقات نماز گھڑیوں سے مقرر ہوتے ہیں کہ اتنے بج کر اتنے منٹ میں فلاں نماز ہوگی، تو کیا اس طرح جماعت کرنا ممنوع ہے۔ اس میں بھی فائدہ ہے کہ تمام وہ لوگ جو جماعت کے پابند ہیں، وقت پر آجائیں گے اور اگر ایسے اوقات نہ مقرر ہوں تو کبھی جماعت ملے گی، کبھی نہیں، اور اوّل وقت سے ہر نماز کے لئے آ کر جماعت کا انتظار کرنا پڑے گا، اور ظاہر ہے کہ پابندی نہ ہو تو بعض مرتبہ گھنٹوں بیٹھنا پڑے گا، اور کاروباری آدمی اتنا وقت نہیں خرچ کر سکتا پھر جماعت ملنے کا کیا اطمینان ہو، یونہی مدارس میں اوقاتِ درس، اوقات امتحان، ایام تعلیم و ایام تعطیل وغیرہ تمام انتظامی امور منضبط کئے جاتے ہیں، تو کیا ان تخصیصات سے مدرسہ ناجائز اور ان میں پڑھنا بدعت ہے؟

گیارھویں کے ناجائز کہنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے یہاں سے مدارس اُٹھا دیں اور کہیں کہ نفس تعلیم تو رہے اور یہ تخصیصات کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک مدرسہ ہوگا اور فلاں جماعت میں فلاں فلاں کتابیں ہوں گی، یہ سب بدعت ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ کل تخصیصات موجود نہ تھیں۔ لہٰذا یہ مدرسہ بدعت اور اس میں تعلیم ناجائز۔ بلکہ تعلیم وہ جائز ہے کہ وقت میں معین نہ ہو اور کتاب بھی معین نہ ہو اور کسی قائدہ وضابطہ کے تحت میں نہ ہو۔ کبھی پڑھنے والا صبح کو آجائے اور کبھی دوپہر کو اور کبھی شام اور کبھی رات کو اور کسی روز صرف کی کتاب اور کسی روز نحو کی کتاب اور کسی روز منطق کی اور کسی روز فقہ کی، اصول کی، حدیث کی، تفسیر کی اور یہ سب بھی کسی سلسلہ اور ترتیب کے ساتھ نہ ہوں ورنہ پھر تخصیص پیدا ہو کر تعلیم ناجائز ہو جائے گی، اسی طرح اپنے دیگر امور خانہ داری اور کام و ملاقات و سیر و تفریح اور کھانے سونے وغیرہ کسی کیلئے وقت مقرر کرنا جائز نہ ہوگا۔ ان کا جواز شرع سے مطلق ہے اور تخصیص بدعت ہے، بدعت بدعت پکارنے والے سب سے پہلے اپنے تمام کاموں سے تخصیصات اُٹھا لیں، اس کے بعد گیارھویں کو منع کریں، اپنے لباس و وضع قطع میں اور ہر امر میں خصوصیت کو روا رکھتے ہیں مگر ایصالِ ثواب میں خصوصیت آئی اور بدعت کا حکم لگا۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایصالِ ثواب ہی کو منع کرنا چاہتے ہیں۔ یونہی ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بدعت کسے کہتے ہیں اور بدعت کی کتنی قسمیں ہیں اور یہ کون سی بدعت ہے، بدعت کی پانچ قسمیں ہیں اور وہ کبھی واجب بھی ہوتی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قَوْلُهُ اَیْ صَاحِبِ بِدْعَةٍ اَیْ مُحَرَّمَةٍ وَاِن لَافَقَدْ تَکُوْنَ وَاجِبَةً کَنَصْبِ الْاَدِلَّةِ لِلرَّدِ عَلَی الْفِرَقِ الضَّالَةِ وَتَعَلَّمِ النَّحْوِ لِفَهْمِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْدُوْبَةٍ کَاِحْدَاثِ نَحْوِ رِبَاطٍ وَمَدْرَسَةٍ وَکُلِّ اِحْسَانٍ لَمْ یَکُنْ فِی الصَّدْرِ الْاَوَّلِ وَمَکْرُوْهَةٍ کَزَخْرَفَةِ الْمَسَاجِدِ وَمُبَاحَةٍ کَالتَّوَسُّعِ بِلَذِیْذِ الْمَآکِلِ وَالْمَشَارِبِ وَالثِّیَابِ کَمَا فِیْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ لِلْمَنَاوِیْ عَنْ تَهْذِیْبِ النَّوَوِیْ وَمِثْلُهٗ فِی الطَّرِیْقَةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ لِلْبَرْکَلِیْ۔

یعنی یہاں بدعت سے مراد بدعت محرمہ ہے ورنہ کبھی بدعت واجب ہوتی ہے جیسا کہ فرق ضالہ (گمراہ فرقوں) کے ردّ کیلئے دلیل قائم کرنا اور اس قدر نحو پڑھنا جس سے قرآن وحدیث سمجھ سکیں اور کبھی بدعت مندوب (مستحب) ہوتی ہے جیسے مسافر خانہ اور مدرسہ بنانا اور ہر نیک کام جو صدر (پہلے زمانے میں یعنی عہد رسالت و عہد صحابہ وتابعین میں) اوّل میں نہ تھا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں کو مزخرف (نقش ونگار سے مزین کرنا) اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیز کھانے اور پینے اور لباس میں فراخی (کشادگی) کرنا۔ ایسے ہی مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ انہوں نے امام نووی کی تہذیب سے نقل کیا اور ایسے ہی برکلی کی طریقہ محمدیہ میں ہے۔

لہٰذا اگر بدعت سے مطلق بدعت مراد ہے جو اقسام (پانچوں قسموں کو) خمسہ کو شامل ہے تو ہمیں مضر نہیں کہ اس کی ایک قسم مندوب بھی ہے اور ایصالِ

ثواب کو ہم مندوب ہی کہتے ہیں اور اگر مراد بدعت مذمومہ (بری) ہے تو اوّلاً یہ نیک کام ہے کہ مردوں کو ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور ردالمحتار کی عبارت گزر چکی کہ یہ مندوب' لہٰذا مذمومہ کہنا غلطی ہے۔

ثانیاً: بدعت مذمومہ وہ ہے جو مزاحم (مخالف سنت) سنت ہو' اس نے کون سی سنت کی مزاحمت کی جبکہ ایصالِ ثواب احادیث سے ثابت ہے اور خصوصیت عرفی ہے کہ گیارہ تاریخ کے علاوہ بھی حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فاتحہ جائز سمجھی جاتی ہے۔ اس میں کون سے حکم شرع کا ابطال (باطل کرنا) ہوا' جس کی وجہ سے بدعت مذمومہ ہوئی بلکہ ایسی بعض تخصیصات قرن اوّل (عہد رسالت وصحابہ وتابعین) میں بھی پائی جاتی تھیں۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ کُلَّ سَبْتٍ مَّاشِیًا وَّ رَاکِبًا فَیُصَلِّیْ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ (مشکوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ پہلی فصل، بخاری شریف جلد ۱، ص ۱۵۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء کو تشریف لے جاتے' کبھی سوار' کبھی پیدل اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔

ہفتہ ہی کے دن جانا یہ تخصیص ہے مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ دوسرے دن جانا ناجائز۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سر سال پر شہدائے اُحد کے

مزارات پر جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین بھی جاتے'
ان امور کا لحاظ کرتے ہوئے گیارھویں تاریخ کو فاتحہ دلانے میں اصلاً کوئی حرج
نہیں اور جو تخصیص ممنوع ہے وہ یہاں متحقق نہیں۔

لہٰذا ناجائز بتانا صحیح نہیں البتہ تخصیص ممنوع کے مرتکب یہ منع کرنے والے
خود ہی اور تخصیص کا الزام فاتحہ دلانے والوں کے سر ڈالتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر یہ
بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخصص (خاص کرنے والے' محمد عبدالمبین نعمانی
غفرلہ) کیونکر ہوئے۔ سنئے! تخصیص ممنوع یہ ہے کہ شرع میں حکم مطلق ہو' کسی کے
ساتھ مقید نہ ہو' اسے کسی خاص دن میں جائز کہنا' دوسرے دن میں ناجائز کہنا اور
جب یہ مانعین کہتے ہیں کہ گیارھویں تاریخ کو ایصالِ ثواب ناجائز ہے تو مطلب یہ
ہوا کہ ایصالِ ثواب مطلق کو جو ہر روز جائز تھا' انہوں نے کبھی جائز کہا اور کبھی ناجائز
اور یہی تخصیص ممنوع ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ امجدیہ اوّل ص ۳۴۵ تا ص ۳۵۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ'
گھوسی اعظم گڑھ سن ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء)

....

مسئلہ مرسلہ سلیمان شکرانی برادرس مقام ملمی نیاسالینڈ برٹس سنٹرل افریقہ

یہاں پر ہر ماہ مسلمانوں کی گیارھویں شریف پر بطور نذر کھانا پکتا ہے اور
نیاز کا ہر دکان پر مقرر چندہ تسلیم کیا گیا ہے اور کھانے میں تمام اہل تجارت ہندی
مسلم جمع ہوتے ہیں اگر اس کھانے کو موقوف کر کے دوسرے ضروری اسلامی
کاموں میں لا سکتے ہیں' اس ملک کے اصلی افریقی جو تعلیم سے بالکل ناواقف ہیں
اور اس مسلک کے عیسائی بڑے زور وشور سے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت
کرتے ہیں۔ اسلام بھی اپنی خوبیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ پھیلتا رہا ہے لیکن ان
ہمارے غریب مسلم افریقیوں کی مذہبی تعلیم کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اب ان لوگوں کی
تعلیم وتربیت واشاعت اسلام کیلئے ایک مدرسہ کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے'
ایسی صورت میں اس رقم کو مذکورہ کار خیر کیلئے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

زید نے غوث پاک کی نیاز مانی اور کھانا کھلانے کی نیت بھی ہو تو کیا زید
بغیر کھانا پکائے قیمت نیاز ادا کر سکتا ہے اور اس کا استعمال تعلیم و اشاعت میں ہو
سکتا ہے؟

الجواب: گیارھویں شریف کی نیاز ایصالِ ثواب کیلئے ہے کہ شیرینی یا کھانے پر
سورہ فاتحہ وقل اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر سب کا ثواب حضور غوث اعظم رضی اللہ
عنہ کے حضور نذر کرتے ہیں اور یہ نذر کچھ کھانے اور شیرینی کے ساتھ خاص نہیں کہ
اس کے سوا ہو نہ سکے بلکہ وہ رقم اگر کسی دوسرے کار خیر میں صرف کی جائے اور اس کا
ثواب نذر کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے کہ مذہب اہلسنّت میں ہر عمل خیر کا ثواب احیاء
واموات کو پہنچایا جا سکتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی' بلکہ
اور زیادتی ہوتی ہے اور جبکہ مدرسہ کی ضرورت ہے اور اس کیلئے سرمایہ فراہم نہیں ہو

سکتا تو رقم مدرسہ میں صرف کی جائے اور اس کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور نذر کریں، یونہی فقراء کے علاج یا مسلمان میت، لاوارث کی تجہیز و تکفین میں صرف کر سکتے ہیں یا تبلیغ واشاعت اسلام میں اس رقم سے امداد کر سکتے ہیں اور جب یہ کام حضور (غوث پاک) کے ایصالِ ثواب کیلئے کیا تو گیارھویں کا مقصد حاصل ہو گیا اور دیتے وقت درود شریف و فاتحہ و قل وغیرہ پڑھ کر حسب دستور ایصالِ ثواب کرلیں تو زیادہ بہتر اور اس رقم سے جو کار خیر کیا جائے اسے حضور کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ مثلاً مدرسہ قادریہ، یا نذر قادری تا کہ لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ یہ شے حضور (غوث پاک) کے ایصالِ ثواب کیلئے ہے اور علاوہ اس رقم کثیر کے جو اس نام سے جمع ہوتی ہے اگر حسب استطاعت دو چار آنے یا کم و بیش کی شیرینی وغیرہ بھی حسب دستور فاتحہ ہو جایا کرے یہ نہایت انسب کہ اس میں وہابیت کی بیخ کنی بھی ہے اور عوام یہ نہ سمجھیں کہ گیارھویں بند ہو گئی اور بڑی رقم امور مذکورہ بالا میں صرف ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد ۱، ص ۳۲۴)

=============